كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

حضرت قطب العالم خاتم الاولیاء والمحدثین فخر الفقہاء والمشایخ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر

مرثیہ

از قلم فیض رقم حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند مرحوم

(مولوی) محمد اسحاق مالک کتبخانہ رحیمیہ دیوبند نے اپنے

کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مرثیہ

متاعِ دہر پر غرّہ نہ کر ہے سخت نادانی
غذا ئے مور ہیں دیکھا جو کرتے تھے سلیمانی
عجب نادان ہیں جن کو ہے تختِ و تاج پر غرّہ
کسی کی قیصری باقی رہی اور نہ خاقانی
دریغا صرصرِ بادِ حوادث سے ہوئی برباد
کہاں ہے گنج بادآورد اور تختِ سلیمانی
زمانے میں ہوا جو کچھ فنا ہونا ضروری ہے
زمانی اور بقا تو یہ زمانہ تو ہے خود فانی
یہ نیرنگی حوادث کی جب اپنا گل کھلاتی ہے
بنے گورِ غریباں دم کے دم میں صحن بستانی
جو گلہائے شگفتہ تھے یکایک ہو گئے غنچے
بلا کی آئی باغِ دہر میں فصلِ زمستانی

جہاں تھا خندۂ شادی وہاں ہے نوحۂ ماتم
جو تاجِ خسروی تھا آج ہے کشکولِ سامانی
سراغِ پا تلک ملتا نہیں پہنچے کہیں ایسے
تلاشِ رفتگاں میں گرچہ ہم نے خاک تک چھانی
فلک کے ایک ہی دستِ جفا میں ہم نے یہ دیکھا
کہ ایک عالم کی عمریں کٹ گئیں ہیں بہ آسانی
ملایا خاک میں ہم کو فلک نے ایک شوخی میں
ارے ظالم نہ کر اتنی زیادہ نامسلمانی
ملا کر خاک و خوں میں بیکسوں کی آرزوں کو
پھر ہم سے پوچھتا ہے ہائے ظالم وجہِ گریانی
شکایت ظلم کی بیجا ہے اُس چرخِ ستمگر سے
جسے جمعیتِ خاطر ہو خلقت کی پریشانی
تمہارے تک سب سہل تھے پر اسکو کیا کیجے
وبالِ جان ہم کو ہو گئی اپنی گرانجانی

ہجوم یاس میں مہلت کہاں تنی کوئی ڈھونڈے
کدھر ہے عیش رفتہ اور کہاں ہے عشرت فانی
ہوا برباد گھر لیکن ہے قطروں میں وہی نقشہ
مری آنکھوں سے دیکھے کوئی میرے گھر کی ویرانی
ہم اپنی جان کے دشمن نہیں پر کیا علاج اس کا
غموں کی جان مضطر پر غضب کی ہے فراوانی
ہزاروں غم ہیں دنیا میں بتائیں نام کس کس کا
غم مرشد ہے پر مرشد غموں کا ہے یہ وجدانی
خبر بھی ہے کہ اس جان جہاں نے ہم سے منہ موڑا
کوئی بے وجہ ہم اپنے ہوئے ہیں دشمن جانی؟
نہ ہو صبح وطن کیونکر بتر شام غریباں سے
فراق دلربا میں گھر ہے رشک کنج زندانی
خبر ہے جان کو دل کی نہ دل کو جان کی پروا
فقط سینہ پہ ہی ہاتھ اور ذرا تو پر ہے پیشانی
جو تھا موصل الی اللہ ہو گیا واصل بحق ہے ہے

پھرہیں ڈھونڈتے سرگشتگان تیغ سبحانی
جنید و شبلی و ثانی ابومسعود انصاری.
رشید ملت و دین غوث اعظم قطب ربانی.
نسیم بحر رافت فیض رحمان منبع احسان
قسیم فیض یزداں ابر رحمت ظل سبحانی
زمانہ نے دیا اسلام کو داغ اُنکی فرقت کا
کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی
زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعل ہبل شاید
اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی
نکلکر کس نے آبادی سے صحرا کو کیا مسکن.
چمن ہے دشت اور گھر میں ہے ویرانی سی ویرانی
وہ صحرا دیکھنے سے جسکے گھر یاد آہی جاتا تھا.
اب اسکو یاد دلواتی ہے میرے گھر کی ویرانی
کہاں لوٹیں کہاں تڑپیں کہاں دل کھولکر روئیں
جگر خوں کرتی ہے دار فنا کی تنگ میدانی
کف افسوس ملنے کی نہ ہو ہاتھوں کو جب مہلت

کریں کا ہے سے پھر زخم جگر کی ہم گمرانی
ہجوم رنج و غم جوشِ بکا کی حد نہیں . اب ہم
سراپا دل نہیں یا چشم ہے یہ سخت حیرانی
خوشی کیا اب کسی غم کی بھی گنجائش نہیں دل مین
غمِ جانکاہِ جاناں کر رہا ہے دل کی دربانی
نہ اے کس طرح ان غمزدوں کے حال پر رونا
کہ جن آفت زدوں کی درد دل کرتا ہے دربانی
امید مرگ پر جن کا مدارِ زندگانی ہو
ہے قابل دیکھنے کے انکی مایوسی و حیرانی
نہیں ہے سینہ مجروح گم گنج شہیدا لہجر
تمنائیں جو تھیں دل مین ہوئی ہے سب کی قربانی
امیدوں کا ہوا ہے خاتمہ یک لخت ہجراں مین
مرے طول امل سے بھی الم نکلا یہ طولانی
مجھے ہے عالم علوی و سفلی مین عجب ہلچل
وہاں ہے غلغلہ شادی کا یاں ماتم کی طغیانی
دم آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر
نہ گھبرا دیدۂ تر کرتے رہنا اشک افشانی .

مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہِ لحد میں وائے قسمت ماہِ کنعانی
چھپا شمسِ ہدایت اور ہوئے سب مقتبس اسکے.
دریغا وائے حسرت پائمالِ سیر کیوانی.
نظر سے ہو کے غائب دل میں تو وہ چھپ کے بیٹھے ہیں.
دل و دیدہ کی جنگِ باہمی مشکل ہے سلجھانی
فنائے تام پر بھی بس نہ کی ہے غضب اس نے.
جسے کہتا تھا اک عالم بقائے عالمِ فانی
نہ سمجھے تھے کہ اس جانِ جہاں سے یوں جدا ہونگے
یہ سنتے گو چلے آتے تھے اک دن جان ہے جانی
تڑپتے تربتِ اقدس پہ اس کی ہیں کہ ہوتی تھی
درِ دولت پہ جس کے قتلِ آوارہ کی قربانی
غبارِ کوئے جاناں اب تلک باقی ہے آنکھوں میں
سمائے خاک نظروں میں مری تحلّیِ صفاہانی
نہ ہوتے گر جدا قدموں سے اس سالارِ خوباں کو
تو پھر ہم دیکھ لیتے زالِ دنیا کی زیبانی
الٰہی کیا کریں کیونکر سنیں وہ لحنِ داؤدی
خدایا کس طرح آئے نظر وہ شکلِ نورانی

جب ان کی صوت و صورت ہی محروی تو بہتر ہے
مرے کانوں کا کر ہونا اور آنکھیں کور ہو جانی
قضا مہلے شئے مین سے کوئی ایک کھلا دے
کیے تھے حق تعالیٰ نے جو مولٰنا کو ارزانی ۔۔۔
غریب و عاجز و بیکس کرین کیا اور کدھر جائیں
ہوئی ہے میزبان خلق کی جنت مین مہمانی
حوائج دین و دنیا کے کہاں لیجائیں ہم یا رب
گیا وہ قبلۂ حاجاتِ روحانی و جسمانی ۔
دعا کس سے کرین پوچھنے فتوے کدھر جائیں
سنائے کون اگر چاہیں سنیں ہم وعظ عرفانی ۔
مقدر تھا سو پیش آیا یہی حسرت ہے اب دل مین
کہ اس فخر اکابر کی نہ ہم نے قدر پہچانی
تن آسانی مین کھوئی عمر ساری کیا قیامت ہے
پشیمانی سے اب حاصل ہو کیا غیر از پریشانی
دل سودہ زدہ بہلے یونہی کچھ دستو شاید
کرین مدح و ثنا مین آپ کی آؤ غزل خوانی

غزل مدحیہ

وہ صدیقِ معظم تھے سحابِ لطفِ رحمانی

وہ شمعِ دین و ملت تھے گلِ گلزارِ عرفانی
وہ تھے کبریت ایمانی وہ تھے یاقوتِ رُوحانی
ہے کیا کبریتِ احمر اور کیا یاقوتِ رمانی
قبولیت اُسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سُود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی
رقابِ اولیا کیوں خم نہ ہوتیں آپ کے آگے
وہ شہبازِ طریقت تھے محی الدین جیلانی
خدا اُن کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی
جدھر کو آپ مائل تھے اُدھر ہی حق بھی دائر تھا
مرے قبلہ مرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی
ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جگہ ہوا گمراہ
وہ میزابِ ہدایت تھے کہیں کیا نص قرآنی
فقط باخبر ایسا کوئی یارو بتائے تو
ہو جس کا علم اذعانی ہو جس کا حکم ایقانی
رُخ زیبا ہو جس کا مظہر اذی من السامع
محدث ایسا دیکھیں گے کہاں اے داغِ رمانی
مفسر ایسا لائیں گے کہاں سے یا خدا جیسے

ہوں قول و فعل دونوں کاشف اسرار قرانی
سراسر حق ہے لا تقضی عجائبہ پہ کیا کیجے
گیا زیر زمین وہ محرم اسرار قرآنی
ہو سینہ جس کا مصباح نبوت کیلئے مشکوٰۃ
بجز مہدی نیا بے این چنین ہادی حقانی
گدایان در دولت کے کشکول مرقع سے
نظر آتے تھے شرمندہ قبا و تاج سلطانی
پھرین تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی
دل طالب میں کھینچی شاہد مقصود کی صورت
بنام ایزد وہ سلطان المشائخ تھے عجب مانی
برومند و ثمرف اندوز اے سرچشمہ احسان
تمہارے خوان نعمت سے سدا تھے قاضی و دانی
علائق اور امیدوں کیلئے خدام و اعدا کے
حلال معاقد تھے غضب تیغ صفاہانی
جہاں تھا آپ کا ثانی وہیں جا پہنچے خود حضرت
ہیں کیونکر بھلا بس منہ سے مولنا تھے لاثانی
دلوں کو جھانکتے ہیں اپنے اور سب مسکراتے ہیں

کہا جب میں نے مولانا رشید احمد تھے لاثانی
تمھارے خوانِ نعمت سے نہیں تھے فضل چین ورنہ
کلیسا کی طرف ہرگز نہ جاتے شیخ صنعانی
نوا سنجِ انا الحق فیضیاب ہوتے اگر تم سے
انانیت کو اپنی جانتے اِک حظِ نفسانی
فسادِ میر و مرزا سے بدولت آپ کی شاہا
غلاموں کو تمھارے کچھ نہ تھا خوف و پریشانی
ایازِ درگہِ عالی کی کفشِ پا کو شاہِ دین۔
تصور کرتا ہے محمود بہ از تاجِ سلطانی

دیگر

عزیزو فکر کیا ہے کس لیے مایوس بیٹھے ہو
وہ سالارِ طبیباں ہے دوائے دردِ حرمانی
تہی دستو نہ گھبراؤ نہ شرماؤ اِدھر آؤ
وہ میزبانِ کرم اب بھی ہے سرگرمِ زرافشانی
ہدایت کے لیے آئے تھے یاں پا کر فراغت اب
گئے ہیں تا کریں واں مغفرت کی میر سامانی
شہید و صالح و صدیق ہیں حضرت باذن اللہ
حیاتِ شیخ کا منکر ہو جو ہے اُس کی نادانی

رُخ ہے منہ آپ کی جانب تو بعد ظاہری کیا ہے
ہمارے قبلہ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی

ضرورت قابلیت کی تو ہر حالت میں ہے لیکن
قریب و دور یکساں مہر کی ہے نور افشانی.

شہید خنجر تسلیم کو ہر دم ہے جاں تازہ
تفقد میں غلاموں کی تمہیں اب بھی ہے آسانی

چھپائے جائیں فانوس کیونکر شمع روشن کو
تھی اس نور مجسم کے کفن میں وہی عریانی

وفات سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیرِ ہستی محبوب سبحانی

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی

فقط اک آپ کے دم سے نظر آتے تھے سب زندہ
بخاری و غزالی بصری و شبلی و شیبانی

نہ آئے مہدی موعود اور تم بھی چلے یاں سے
کرے گا گلشن اسلام کی کون اب نگہبانی.

جنہیں چھوڑا تھا تم پر حضرت امداد و قاسم نے
کرے گا کون اب اُن بےکسوں کی ہا چوپانی

یہاں سے ساتھ لے چلنا ہمارا بات ہی کیا تھی
ترے صدقہ میں وہاں بھی ہو ہی جاتا فضلِ یزدانی
غلاموں کی تمہارے ای شہ دنیا و دین حالت
اجل بھی دیکھکر ہنستی ہے لیکن ہو کے کھسیانی
تمہاری تربتِ انور کو دیگر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اپنی مری تجھی بھی نادانی
اجل تھی آپ کی مرموز بطن الارض خیر مین
کہو پھر دوستو کیا ہم نے تہ کی بات پہچانی
ہمارے واسطے ہی وحشتِ غربت اور غمِ فرقت
مبارک آپ کو شاہا ہو سیرِ باغِ رضوانی
تمہارے فیض سے اب بھی توقع ہے اگرچہ ہوں
اسیرِ قیدِ نفسانی رہینِ کیدِ شیطانی
طفیلِ مرشدِ عالم رشید الدین والملتہ
نکل جائے غمِ فرقت مین دم با نورِ ایمانی

قطعہ تاریخ وفات شریف

کلیجہ کیوں نہ شق ہو آہ منہ بھر بھر کے کہتے ہیں
زبانِ حال سے ارض وسما دانی جانی

محی الدین اکبر جاتے ہیں دارِ فنا سے بس
اُٹھے آپ دیر و دیراں سے محی الدین گیلانی

قطعہ

نبی کی تاب لائی ہو دلِ بیتابِ آخر کا ٭ سناتا ہے ملک کو لحظۂ رب حکمِ حقانی
جو ختم الانبیاء رفتند دیگر نیست کو مانند ٭ مگر ذاتِ مقدس قائم و قیوم سبحانی

قصیدہ مشتمل بر بعض حالاتِ مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند جسکو

حضرت مولانا نے جلسہ منعقدہ ۲ صفر المظفر میں سنا کر حضارِ مجلس کو مضطر و بیقرار بنادیا

ہیں غم اور خوشی دونوں جہاں میں توام ٭ حکمتِ حق کا ہے دونوں میں نرالا عالم
کھینچنے کے لئے بندوں کے ہے اللہ اللہ ٭ عیش و غم کی یہ قدرت میں کمندِ محکم
انقلاباتِ زمانہ کو سُنا او غافل ٭ چشمِ تحقیر سے مت دیکھ نہ کر ایسا ستم
سائقِ لطف ہے ہر راحت و شادی ملکی ٭ قائدِ خیر ہے دنیا میں ہر رنج و الم
رحمت و فضلِ خدا جب ہے غضب سے سابق ٭ کیوں نہ پھر قہر کو اُس کے کہیں ہم لطف و کرم
اُس کی ناخوشئ غضب میں ہیں ہزار ابوابِ رحمت ٭ اُس کے ہر لطف میں ہیں سینکڑوں الطافِ کرم
فضل سے اُس کے کسی وقت نہ ہو نا مایوس ٭ خواہ پیش آئے مسرت تجھے اور خواہ الم
رحمتِ حق کی ہے تمہید یہ سمجھ او ناداں ٭ پیش دنیا میں جو کچھ آتا ہے اندوہ و الم

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں سُن لو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافھم فافھم
للہ الحمد مری جان اور انا للہ
مرجعِ ایماں کی ہیں بازو ئیں دو مستحکم
دانہ و دام سے کرتے ہیں کسی کو پابند
زخمِ شمشیر سے کرتے ہیں کسی کو بے دم
کسی کو خوف دلاتے ہیں کسی کو امید
کسی کے تیر لگاتے ہیں کسی کے مرہم
ہے وہی شاکر و صابر کہ بطوع و رغبت
سامنے اُن کے کرے گردنِ تسلیم کو خم
دُور اندیش وہی ہے کہ مصائب کے عوض
ہو کے خوش مرضی مولےٰ کی کرے تسلیم
جز رو مد بحرِ حوادث کا بچشم حق بیں
طرۂ شاہدِ تقدیر کا ہے پیچ و خم
گردشِ دہر دکھاتی ہے ہمیں آنکھوں سے
کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کا نقشہ ہر دم
کل کی ہے بات کہ تھی جہل کی گھنگھور گھٹا
جس طرف آنکھ اُٹھاتے تھی محیطِ عالم

آبِ حیواں کی طرح علم ہوا تھا مخفی
ظلمتِ جہل سے مخلوق تھی اُعمٰی واَصَم
حافظ علم تھا اک سینۂ صندوق فقط
نہ کوئی حامی علم خوار نہ کوئی ہم دم
رحمتِ حق ہوئی حامی تو یکایک اُٹھے
چند مردانِ خدا باندھ کے صف ٹھوک کے خم
یوسفِ علمِ شریعت کے خریدار بنے
جمع کرکے سر اخلاص سے معدود درم
سلسلہ ڈالا فقیرانہ بنامِ ایزد
کورِدہ میں کہ جہاں بیٹھے ہیں الٰہ باب ہم
شوق بہتا تھا بڑھو ضعف کہے تھا ٹھیرو
ناتوانوں کا تھا کیا کہئے عجب ضیق میں دم
اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ اک مرد خدا
آرہا تیز روی سے ہے لئے ساتھ علم
بے نیازی و توکل رخِ روشن سے نمود
قطع منزل کے لئے دونوں قدم تیغ دودم
چہرۂ خوب سے انوار تواضع ظاہر
نظرِ نیک سے آثارِ غنا مستفہم

کس بلا کی تھی نظر پڑتے ہی جسکی فی الفور
پڑ گئی جان میں جان آ ہی گیا دم میں دم
ناتوانوں کو ملا اس کی حمایت سے یہ زور
زینہ بام ترقی پہ بڑھا سب کا قدم
تھی نرالی ہی کچھ اس مرد صفا کی سج دھج
تھے عجائب ہی کچھ اس شیر خدا کے دم خم
گاڑ کر اس نے علم ایک ندا کی ایسی
یک بیک چونک پڑے اہل مدر اہل خیم
اس کی آواز تھی یا بانگ خلیل اللہی
کہہ کے لبیک چلے اہل عرب اہل عجم
عقل و انصاف کا جس سر میں ذرا بھی تھا اثر
ذوق علمی کا تھا جس سینہ میں تھوڑا سا بھی دم
دین کا ذرہ بھی تھا قلب میں جس کے موضوع
خیر کا شمہ بھی تھا جس کے مقدر میں رقم
باندھ کر چست کمر کہتے ہوئے نحن معک
جس جگہ اس ہمہ رحمت کا پڑا نقش قدم
اس مربی دل و جان کی مسیحائی سے
علم دین زندہ ہوا جہل نے لی راہ عدم

ظلمتِ جہل وضلالت میں پڑے ستور تھے
نورِ علمی سے ہوا اُس کی جہاں جج دوم
ابرِ علم و عمل و فضل کا بادل برسا
جس جگہ اُس یمِ رحمت کا پڑا نقشِ قدم
جہل کو جب سبھی کہنے لگے اِخسَأ اِخسَا
چل دیا پاؤں دبے چپکے سے بابختِ وزم
علم کو لاکے ثریا سے ثری پر رکھا
آنکھوں سے دیکھ لیا عَلَّمَ مَا لَمْ یَعْلَمْ
دولتِ علم سے سیراب کیا عالم کو
قاسمِ علم بھلا کیوں نہو پھر اُس کا عَلَم
اس کی آواز تھی بے شک قُمِ عیسیٰ کی صدا
جس کے صدقے سے لیا علم نے دوبارہ جنم
طائرِ علم شریعت کے لیے یہ و بیتن
برکتِ حضرتِ قاسم سے ہے ماموںِ حرم
سلسلے علم کے امصار و قریٰ تک جا رہی
اس کی ہمت سے ہوئے بحرِ زِ فیض اعم
جملہ اعیان و اکابر تھے جبل اُن کی بَلا
اس کی شوکت کو پہنچی تھی کہاں شوکتِ جم

یک بیک حکمتِ باری نے جو پلٹی کھائی
چل دیئے چھوڑ کے یاں سب کو سوئے باغِ ارم

لوٹتے آگ پہ تھے حضرتِ یعقوب ورفیع
خون آنکھوں سے بہاتے تھے رشیدِ عالم

دیکھ کر حضرتِ امداد کی زاری کو ملک
پر سمیٹے ہوئے کہتے تھے الٰہی انہ رحم

اہلِ علم اہلِ ورع خاص و عوامِ عالم
سب نے تقسیم کیا پر نہ ہوا کم یہ غم

فرقِ درجات کا قصہ تو جدا ہے لیکن
عام تھا عالمِ اجسام میں اس کا ماتم

متزلزل ہوئے سب مدرسہ کے رکن رکین
ہل گئے ہائے غضب سلسلۂ خیر کے تھم

علم آتا تھا نظر ایک یتیم بے کس
اہلِ علم آہ تھے مایوس بچشم پُر نم

قاسمِ علم چلے علم بھی لو ساتھ چلا
کس کو تھامو گے کہو پکڑو گے کس کا قدم

ایک کا کرنا سفر دوسرے کا عزمِ سفر

جانِ علم کے بیٹے دونوں تھے سوہانِ الم
ہوگیا سب کو یقین باندھ لیا سب نے خیال
سلسلہ علم کا بس ہوگیا درہم برہم
اسی مایوسی و مجبوری و حیرانی میں ہائے
مجتمع ہوکے اکابر نے بچشمِ پُرنم
حضرت مرشدِ عالم سے تمنا یہ کی
آپ اب اپنے تصرف میں لیں یہ کارِ اہم
نعایتِ خُلق سے فرمایا لکھتا ہوں میں
باقی ہر حال میں ہوں ساتھ تمھارے سنتم
چند کلمے کہے زمی سے تسلّی آمیز
ہوگئے زخم رسیدوں کے جگر کو مرہم
ہائے وہ نیچی نظر ہائے وہ شیرینِ الفاظ
کس غضب کے تھے کہ سب دور ہوئی تلخیٔ غم
آپ کی پاک توجہ سے ہوا سب کو سکوں
علم کے اکھڑے ہوئے جم گئے واللہ قدم
کام اس مدرسہ کا فضل و کرم سے اُن کے
الغرض رو بترقی ہی رہا ہر دم۔

مذہبی فتنے سلاسل تھے لیے سب جاری
کام کوئی نہ رکا سہل تھا وہ یا مبہم
بعد چندے ہوا نیرنگیٔ قدرت کا ظہور
یعنی یعقوب و رفیع ہر دو وزیر اعظم ہند
ہو کے مشتاقِ لقا پہنچ گئے بعدِ دگر
خدمتِ قاسمِ خیرات میں شاد و خرم
دست و پا بھی تو چلے سر تو تھا پہلے ہی گیا
قلب بس باقی رہا یعنی رشیدِ عالم
وہ بھی مجروح ستم دیدہ ہجر احباب
جرعہ نوشِ ستم و دردکشِ ساغرِ غم
اسی اندوہ و غم و یاس میں سبحان اللہ
رحمتِ حق ہوئی مبذول بحالِ عالم
بھر دیا قلبِ مقدس میں تمام عالم کا
درد و غم خیر و صلاح خوب ملا کر باہم
خاص کر ترکہ قاسم کی محبت واللہ!
بے طرح اس دلِ اقدس میں ہوئی مستحکم
سب کی الفت پہ تھی اس کی ہی محبت غالب

سب غموں پر جو تھا متنا زیہی تھا وہ غم
پھر تو کیا تھا دی خدا نے وہ ترقی اس کو
دیکھ لیں آپ نہیں اپنی زباں سے کیا ہم
پوچھئے کیا ہو دماغوں کا ہمارے احوال
ہم غریبوں کا زمیں پر نہیں پڑتا تھا قدم
نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا
اس کا جو حکم تھا تھا سیف قضائے مبرم
نہ چلا کوئی فساد ایسا کہ پاؤں نہ کٹے
فتنہ نے سر نہ اٹھایا کہ ہوا ہو نہ قلم
کلفتیں جھیلیں کبھی پر نہ ہوا چیں پہ جبیں
دقتیں دیکھیں ٹلا اپنی جگہ سے نہ قدم
دشمن و دوست کے چہرے میں تفاوت ہے یہاں
سرسوں پھولی تھی وہاں اس نے لا تھا عدم
مشکلات ہوتے تھے سب اس کے اشارے سے طے
اور تھے قہر میں اس کے لیے غم اور نقم
نہ رہا کوئی وزیر اور نہ رہا کوئی مشیر

سارے قبضے تھے اور اُس شیرِ خدا کا اِک دم
سب مریضوں کے لیئے ایک ہی تھا آنار
سیکڑوں زہر تھے تریاق تھا بس اُسکا دم
داغ ہے لفظ نعم کو کہ خلافِ حق پر
منہ سے اُس کے کبھی نکلا نہ خدا ہی کی قسم
لا کو حسرت ہے یہی اور نہ ہووے کیونکر
شکل دیکھی نہ کبھی اُسکی دُعا کی اِک دم
قائم و حضرتِ امداد کو مرنے نہ دیا۔
بلکہ زندہ ہی رکھا سب کو علیؑ وجہ اتم
مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا۔
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم
ہائے غم ہائے ستم ہائے غضب ہے اَلَمْ
آج اس سے بھی ہوا دیکھلو خالی عالم
آگے کہنے کی ہے کچھ بات نہ اُس جی کی تاب

لب تلک آتا ہے لیکن یہ مقولہ پیہم

رحم رب بے کسیم ، ہیچ نہ کردی رفتی

اے کہ کفِ پائے تو بود تاجِ سرم

آج تو قاسم و امداد سب ہی مرتے ہیں

اس کا کیا ذکر ہے برباد ہوئے تم یا ہم

منتظر بیٹھے ہیں اب ہم پہ گذرتا کیا ہے

قہر کا خوف ہے پر ساتھ ہے امیدِ کرم

تو رحیم و ملک و بار ہے سَلِّمْ سَلِّمْ

ہم جہول اور زیاں کار ہیں اِرْحَمْ اِرْحَمْ

اے اسیرانِ غمِ قاسم خیر و برکات

وے فقیرانِ سرِ کوئے رشید جانم

پیروی کرتے رہو سعی کو ہاتھوں سے نہ دو

بدمے یا درمے یا قدمے یا بقلم

بے نمک ہیں مرے اشعار مگر تلخ نہیں

خالی از درد نہیں گرچہ ہیں پشتم پشتم